کو اس سلسلے میں بھی اپنے والد سے خلافت حاصل تھی۔

سلسلۂ سہروردیہ بہائیہ۔ یہ بھی کسی حد تک آپ کا نسبی سلسلہ تھا جس میں آپ کے گیارہویں دادا حضرت شعیب بن احمد نے حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ سے خلافت پائی تھی۔ حضرت مخدومؒ کو اس سلسلے میں بھی اپنے والد شیخ زین العابدین سے خلافت ملی تھی۔

سلسلۂ سہروردیہ شہابیہ ــــ یہ سلسلہ بھی کسی قدر تفاوت سے آپ کا نسبی سلسلہ تھا۔ اس میں آپ کے بارہویں جد شیخ احمدؒ بن یوسفؒ نے حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ سے خلافت پائی تھی۔ اس میں بھی آپ کو اپنے والد سے خلافت ملی۔

سلسلۂ سہروردیہ و چشتیہ جلالیہ ــــ یہ بھی ایک طرح سے آپ کا خاندانی سلسلہ تھا۔ اس میں آپ کے پانچویں جد حضرت امام رفیع الدین بانیٔ قلعۂ سرہند نے حضرت سید جلال الدین بخاری المعروف بہ مخدوم جہانیاںؒ سے خلافت پائی تھی۔ اس سلسلے کی خلافت بھی حضرت عبدالاحد فاروقی کو اپنے والد سے ہی ملی تھی۔

سلسلۂ قلندریہ ــــ اس سلسلے میں آپ کو حضرت شیخ رکن الدینؒ بن شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ سے ہی خلافت حاصل تھی۔

اس کے علاوہ ان سلسلوں میں بھی آپ کو اجازت و خلافت حاصل تھی۔ سلسلۂ چشتیہ نظامیہ گیسو درازیہ، چشتیہ نظامیہ صدریہ، قادریہ جلالیہ، سلسلۂ کبرویہ جلالیہ اور سلسلۂ مداریہ وغیرہم[1]۔

۱۔ تفصیل کے لئے دیکھیں۔ جواہر مجددیہ صفحات ۳۱۔۳۲۔۳۳۔

علاوہ ازیں حضرت مخدوم کو سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ سے بھی فیضیاب ہونے کا بڑا اشتیاق تھا لیکن اس وقت ہندوستان میں اس سلسلہ کا کوئی قابل ذکر بزرگ موجود نہ ہونے کی وجہ سے آپ کی یہ خواہش پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکی اور آپ اس سلسلۂ ذہبیہ کے فیوض وبرکات سے مستفیض نہ ہو سکے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت مخدوم اپنی اس آرزو کی تکمیل کے لئے برابر دعا کرتے رہتے تھے[1]

اللہ تعالیٰ نے حضرت مخدومؒ کو سات فرزند عطا کیے تھے جن میں حضرت مجدد الف ثانیؒ چوتھے فرزند تھے[2] سب سے بڑے صاحبزادے شیخ شاہ محمدؒ تھے جو علم ظاہر و باطن میں بڑا ملکہ رکھتے تھے اور حضرت مخدوم کے ہی شاگرد و خلیفہ تھے۔ ایک صاحبزادے شیخ محمد مسعودؒ تھے۔ ان کو بھی علوم دینیہ میں بڑی مہارت حاصل تھی اور یہ خواجہ باقی باللہ دہلویؒ سے نسبت روحانی رکھتے تھے[3]۔ شیخ مسعودؒ کا انتقال اس وقت ہوا جب وہ بغرض تجارت قندھار گئے ہوئے تھے[4]۔ اس کے علاوہ حضرت مخدوم

۱۔ زبدۃ المقامات صـ ۱۱۶ [تاریخ تصوف کی کچھ جدید کتابوں میں حضرت مخدومؒ کے نام کے ساتھ نقشبندی کا اضافہ ہے جو حقیقت کے بالکل خلاف ہے۔ ملاحظہ ہو: S.A.A. Rizvi Revivalist Movements in Northern India 1965 P. 202

۲۔ زبدۃ المقامات صـ ۱۲۳۔

۳ زبدۃ المقامات صـ ۱۲۴۔

۴۔ زبدۃ المقامات صـ ۲۷۹۔ اور حضرات القدس مصنفہ شیخ بدر الدین سرہندی لاہور ۱۹۷۱ء صـ ۱۷۶

کے صاحبزادگان میں شیخ غلام محمدؒ اور شیخ مودودؒ بھی تھے۔ یہ دونوں بھی علماء و مشائخ میں شمار ہوتے تھے[1]۔ الغرض آپ کے جملہ فرزندان علمائے دین اور اولیائے کاملین میں سے تھے۔ آپ نے اپنی وفات سے قبل اپنی تمام روحانی دولت حضرت مجدد الف ثانیؒ کو عطا فرمائی[2] اور اپنا سجادہ نشین مقرر کیا[3]۔

۱۔ زبدۃ المقامات ۱۲۵ ۔ ۲۔ ایضاً ص ۱۳۲۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ خود رقمطراز ہیں "ایں درویش را پایۂ نسبت فردیت از پدر بزرگوار خود حاصل شدہ بود۔ پدر بزرگوار اورا از عزیزی کہ جذبۂ قوی داشت وبہ خوارق مشہور بودند بدست آمدہ بود۔ (یہاں حضرت مجدد کی مراد شیخ کمال تادری کیتھلیؒ سے ہے) ونیز ایں درویش را توفیق عبادت نافلہ خصوصاً ادای صلوٰۃ نافلہ مددی از پدر وی ست وپدر بزرگوار اوایں سعادت از شیخ خود کہ در سلسلۂ چشتیہ بود (مراد رکن الدین بن حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ) حاصل شدہ بود۔" ملاحظہ ہو رسالہ "مبداء و معاد" تصنیف حضرت مجدد الف ثانی

۳۔ حضرات القدس ص ۳۳
روضۃ القیومیہ ص ۳۰۷
حضرت مجدد الف ثانی ص ۵۳۔
سیرت حضرت مجدد الف ثانی، مصنفہ محمد مسعود احمد۔ کراچی ۱۹۷۶ء ص ۵۸-۶۱
تاریخ دعوت وعزیمت ۔ حصہ چہارم۔ مصنفہ مولانا سید ابو الحسن علی ندوی۔ لکھنؤ ص ۱۴۲۔
تجلیات ربانی، حصہ اول، تصنیف نسیم احمد فریدی، لکھنؤ ۱۹۸۵ء ص ۳۔
اخبار الاخیار، اردو ترجمہ قسط پنجم ص ۱۱۷۔

حضرت مخدومؒ کے خلفاء میں آپ کے صاحبزادگان حضرت شیخ شاہ محمد اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے علاوہ شیخ جمیل الدین کا نام بھی تذکروں میں درج ہوتا ہے لیکن ان کے حالات کہیں بھی دستیاب نہیں ہیں۔ زبدۃ المقامات کے مطالعہ سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ علوم اسلامی کے فاضل اور صاحب دل صوفی تھے[1]

یہ تھی حضرت مخدوم شیخ عبدالاحد فاروقی سرہندیؒ کی شخصیت جو ہندوستان کی تاریخ میں ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ تاریخ کے اوراق جب جب حضرت مجدد الف ثانیؒ کے حالات و واقعات سے مزین ہوں گے حضرت مخدومؒ کا تذکرہ لازمی طور سے ہوتا رہے گا۔ حکیم الامت شاعر مشرق علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے ؎

نہ تخت و تاج میں، نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

(بالِ جبریل)

۱۔ زبدۃ المقامات ص۱۱۴۔

رہی معیّری: ایران کا ایک جدید غزلگو شاعر

ڈاکٹر ذاکرہ شریف قاسمی۔ جواہر لعل نہرو یونیورسٹی نئی دہلی۔

پچھلے تقریباً سو سال سے ایران میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ شاعری کو ایک نیا روپ دیا جائے۔ کلاسیکی فارسی شاعری کی شکل و صورت بدلی جائے اور اس میں جدید مضامین و مطالب بیان کیے جائیں۔ بہت سے ایسے شعرا ایران میں نظر آتے ہیں جنھوں نے فارسی شاعری کو نیا رنگ اور نئی آہنگ عطا کرنے کے لیے اپنی صلاحیتوں کو وقف کر دیا تھا۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ایرانی شعرا کی یہ کوشش بار آور ہوئیں اور نیما یوشیج ایسے شعرا نے فارسی شاعری کو ایک نئے نہج پر لگا دیا۔ اس دور میں بنیادی طور پر ایران میں شعرا کے دو گروہ نظر آتے ہیں: ایک گروہ کا کہنا ہے کہ جدید مضامین و مطالب کو قدیم شعری قالب میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ اس کے برخلاف فارسی شعرا کا ایک گروہ ایسا ہے جس کا خیال ہے کہ جدید مطالب و مضامین کو بیان کرنے کے لیے نئے اور جدید شعری ہیئت و قالب لازمی ہیں۔ فی الحال اس بحث میں جانے کا موقع نہیں، اس کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ قدیم فارسی اسلوب، طرز اور روش آج بھی ایرانی شعرا کے نزدیک قابل اعتماد اور پسندیدہ ہے۔ نہ صرف ایرانی شعرا ہی قدیم فارسی روش پر آج بھی گامزن ہیں بلکہ ایرانی عوام میں بھی اس کی مقبولیت و محبوبیت باقی ہے۔ جو شعرا قدیم فارسی شاعری کے اسالیب اور طرز کو اپناتے ہیں ان کا کلام بھی پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے بشرطیکہ ان کے کلام

میں مضامین دلچسپ، نئے اور دلکش ہوں۔
رہی معیّری جدید ایران کا ایک ایسا ہی شاعر ہے جس نے کلاسیکی فارسی شاعری کے طرز و اسلوب کو اپنے دلکش اور جدید افکار کے اظہار کا ذریعہ بنایا اور اپنے ہموطنوں میں اپنا ایک منفرد مقام بنالیا۔
محمد حسن رہی معیّری ۱۲۸۸ شمسی میں پیدا ہوا۔ اس کا تعلق ایران کے ایک با اثر اور محترم خاندان سے تھا ان کے والد کا نام محمد حسن خاں مؤید خلوت اور دادا کا نام معیر الممالک نظام الدولہ تھا جو قاچاری بادشاہ ناصر الدین شاہ کے وزیر تھے۔ اسی طرح ماں کی طرف سے ان کا نسب مرزا احمد خاں مشیر السلطنت سے ملتا ہے۔
رہی معیّری نے ہمیشہ عوام سے تعلق برقرار رکھا۔ یہ ایک خوبرو انسان تھے حسن اخلاق سے متصف۔ اسی خوبی کی وجہ سے ان کے بے شمار ہی خواہ اور دوست تھے۔
رہی ادبی محفلوں اور انجمنوں سے بھی وابستہ تھے۔ یہ ادبی انجمنیں جو جلسے اور پروگرام ترتیب دیا کرتی تھیں، معیّری ان میں نہ صرف شرکت کرتے تھے بلکہ اپنا کلام بھی سناتے تھے۔ معیّری ادب دوست بھی تھے۔ ایرانی موسیقی کے دلدادہ۔ صاحب ذوق شاعر۔ موسیقی اور شاعرانہ فطرت کے باہمی امتزاج نے ان کی شاعری کو نہایت دلکش آہنگ اور لَے عطا کردی تھی۔ ان دونوں فنونِ لطیفہ سے آشنائی کی وجہ سے معیّری نے 'ترانہ' اور 'تصنیف' جیسی اصناف شاعری میں اپنی طبیعت کے جوہر دکھائے اور 'خزانِ عشق'، 'شبِ جدائی'، 'دوام شب و روز'، 'نوای نی' وغیرہ ترانے نظم کیے جو عوام میں بہت مقبول ہوئے۔
نقی تفضلی رہی معیّری کی شعر و شاعری سے والہانہ دلبستگی کے بارے میں اور شعر و شاعری کے علاوہ کسی دوسری چیز سے دلچسپی نہ رکھنے کے بارے میں لکھتے ہیں:
"شادروان رہی معیّری نسبت بہ شعر و شاعری اصالت هنری خود را حفظ کرد، باین معنی